کالم نگاری، اہداف وطریقہ کار

مولانا ابن الحسن عباسی ☆

''انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز'' کراچی میں اسلامیات کے کالج اساتذہ کی تنظیم ہے۔ چیف آرگنائزر پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب ہیں، ڈاکٹر صاحب علوم اسلامیہ کے فاضل اور قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کے شعبہ اسلامیات کے صدر ہیں، ۱۵ر جنوری ۲۰۰۵ء کو اس تنظیم کے تحت ''اصول تحقیق، تصنیف، تالیف، کالم نگاری کے اہداف و طریقہ کار'' کے عنوان سے، ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا، یہ سیمینار جناح گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی میں ہوا، احقر کو بھی اس میں کالم نگاری سے متعلق گزارشات پیش کرنے کے لئے کہا گیا، یہ کالم ان ہی گزارشات پر مشتمل ہے۔

کالم فرانسیسی یا لاطینی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی کھمبا، ستون یا قطار کے آتے ہیں لیکن یہ لفظ اردو اور انگریزی میں اس مستقل مضمون اور تحریر کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جو عموماً شخصی نام اور مستقل عنوان سے اخبار کے ادارتی صفحے پر شائع ہوتا ہے۔ اخباری صحافت نے اس صنفِ تحریر کو بڑی ترقی دی ہے اور کسی اخبار کے معیار قبولیت اور سرکولیشن میں اچھے کالموں اور مشہور کالم نگاروں کی تحریروں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔

اردو زبان وادب کے تاریخ نویسوں نے کالم نگاری کی ابتدا اور ارتقاء پر بہت کم لکھا ہے، افسانہ، ناول، مکالمہ اور نثر کی دوسری صنفوں کے عروج وزوال اور نشیب وفراز پر بڑی تفصیلات ملتی ہیں، اس کی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ کالم نگاری کی موجودہ اہمیت وقبولیت کی تاریخ کوئی زیادہ قدیم نہیں۔

☆ معروف مصنف وکالم نگار، رسوز نامہ اسلام۔ ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ۱۹۱۲ء میں ہفت روزہ الہلال' جاری کیا تھا اس میں وہ کبھی کبھی ''افکار وحوادث'' کے عنوان سے نیم مزاحیہ کالم لکھا کرتے تھے، بعد میں اسی عنوان سے مولانا عبدالمجید سالک نے ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' میں تیس سال تک کالم لکھا اور خوب لکھا، وہ حالات وواقعات حاضرہ پر ہلکا پھلکا لکھا کرتے تھے، ان کے یہ کالم بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے جو تین جلدوں میں جامعہ کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔ ''زمیندار'' اخبار مولانا ظفرعلی خان کے والد مولوی سراج الدین احمد نے ۱۹۰۶ء میں کرم آباد سے نکالا تھا اور ہفت روزہ تھا، والد کی وفات کے بعد مولانا نے ۱۹۰۹ء میں اسے لاہور سے روزنامہ بنا کر نکالا، جنگ بلقان، طرابلس اور فرنگی تہذیب وحکومت کے خلاف اس کے آتش بار مضامین آج بھی دلوں کو گرما دیتے ہیں، مولانا بھی اس میں مضمون یا کالم لکھا کرتے تھے، پریس ایکٹ کے خلاف مہم چلانے کے لئے ایک بار وہ برطانیہ گئے اور اس عنوان سے ایک کالم لکھا ''چار چیز است تحفہ لندن، خمر وخنزیر روزنامہ و، زن'' یہ اخبار فرنگیوں کے خلاف اس طرح کے باغیانہ روش کی کئی ضمانتیں دے کر بالآخر بند ہوگیا، اس زمانے کے مقبول اخبارات، شخصی صحافت کے علم بردار تھے، مولانا محمد علی جوہر نے ۱۹۱۳ء میں ''ہمدرد'' نکالا تھا، وہ اس میں ایک طویل کالم لکھا کرتے تھے، لطیفہ مشہور ہے کہ جب ان سے مختصر لکھنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے بڑا معنی خیز جواب دیا کہ ''مختصر لکھنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہوتا''

اردو زبان میں مزاحیہ یا فکاہیہ کالم نگاری بہت مقبول رہی ہے اور فکاہیہ کالم ہی سب سے زیادہ پڑھے جاتے ہیں خواجہ حسن نظامی، چراغ حسن حسرت، شوکت تھانوی، ابراہیم جلیس، مجید لاہوری، مجتبیٰ حسین، فکر تونسوی اور مشفق خواجہ جیسے بلند پایہ ادیب مزاحیہ کالم لکھتے رہے ہیں، مجتبیٰ حسین صاحب لکھتے ہیں:

پندرہ برس تک لگاتار مزاحیہ کالم نگاری کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ کالم نگاری دراصل اپنے اور عوام کے دکھ کو کبھی خوبصورتی کے ساتھ چھپانے، کبھی اسے اجاگر کرنے، درد کے چہرے پر خوشگواری کا مکھوٹا چڑھانے اور ناگواری زندگی کو گواری بنانے کا

نام ہے۔

اردو کی مزاحیہ کالم نگاری نے تقریباً سو برس تک اپنے تازیانوں سے ملک کے رجحانات کی تشکیل کی، ان میں توازن پیدا کیا، بے اعتدالیوں کو اعتدال بخشا، طنز ومزاح کے آڑ میں پتے کی باتیں کہیں، لوگوں کو باخبر کیا، پورے ملک میں ان کالم نگاروں کا طوطی بولتا تھا، ان کے قلم سے نکلی ہوئی بات گھر گھر پہنچ جاتی تھی۔

کالم نگاری کی بنیادی طور پر چار قسمیں ہیں، تجزیاتی، تحقیقی، ادبی اور ظرافتی۔ تجزیاتی کالم نگاری میں حالات اور سیاسیات حاضرہ کا تجزیہ کیا جاتا ہے، تحقیقی کالم نگاری میں موضوع سے متعلق تحقیقی مواد، اعداد وشمار وغیرہ پیش کیا جاتا ہے، ادبی کالم نگاری میں زبان و بیان اور تعبیر کے ادبی پہلوؤں کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے اور فکاہی کالم نگاری میں مزاح اور ظرافت کی لطیف مسکراہٹیں پنہاں ہوتی ہیں، تجزیاتی اور تحقیقی کالم نگاروں کو عموماً سیاست سے دلچسپی رکھنے والے پڑھتے ہیں، ادبی کالم نگاری کا حلقہ اس سے وسیع ہے، اسے ادبی ذوق رکھنے والے بھی پڑھتے ہیں، فکاہی کالم کے قارئین سب سے زیادہ ہوتے ہیں، درحقیقت تلخ حقیقتوں کے ہجوم میں ظرافت کا جھونکا سب ہی کو بھلا لگتا ہے لیکن فکاہی کالم نگاری کی زمین بڑی نرم اور اس کی خاک بڑی حساس ہوتی ہے، اس پر جھارں سے بوندا باندی کی صورت ہلکی پھوار پڑے، تب اس کی مٹی سے سوندھی سوندھی خوشبو پھیلتی ہے لیکن اس پھوار کی چھینٹوں میں تھوڑی سی بے احتیاطی ہو جائے تو اس کی مٹی کیچڑ میں بدل جاتی ہے، پھر اس سے خوشبو نہیں، بھبکے اٹھتے ہیں، احتیاط کا یہ عمل بڑا ریاض چاہتا ہے۔

کالم نگاری کا اسلوب کیا ہونا چاہئے؟ اس بارے میں کوئی ایک راہ متعین کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی مخصوص طریقے کی نشاندہی کی جاسکتی ہے، ہر لکھنے والے کا اپنا اسلوب ہوتا ہے اور ہر موضوع الگ اسلوب کا تقاضہ کرتا ہے، ہمارے خیال میں کامیاب کالم نگار وہ ہے جو موضوع کی مناسبت سے اپنا اسلوب بھی بدل دیا کرے اور اچھا کالم وہ ہے جسے قاری آخر تک پورا پڑھ لے، اگرچہ پڑھنے کے بعد کالم سے متعلق وہ اچھی رائے قائم نہ کرسکے۔

کالم کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیا جاسکتا ہے، فکری رہنمائی اور درست سمتوں میں رائے عامہ کی تشکیل کی جاسکتی ہے، غلط پالیسیوں اور بگڑی قدروں پر تنقید کی جاسکتی ہے، بلند اقدار کو فروغ دیا جاسکتا ہے اور پالیسی ساز ذہنوں کا رخ درست کیا جاسکتا ہے قلم انمول، اس کی صدائے حق سدا بہار اور اس کی سچائی نا قابل شکست ہے، بشرطیکہ قلمکار کو قلم کی اہمیت کا احساس ہو اور وہ اسے پیشہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ سمجھ کر انجام دے، آج کے پیشہ ور کالم نگاروں کو گزشتہ صدیوں کے درباری شاعروں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں اس وقت کوئی ڈیڑھ سو کے قریب کالم روزانہ شائع ہوتے ہیں، لیکن ایسے کالم نگار گنتی کے چند ہی ہیں جو فکر ونظر کو نئے زاویے بخشتے ہوں اور جو کسی بلند مقصد کے تحت کالم نگاری کرتے ہوں۔

ایک صاحب ریاست نواب نے مولانا ابوالکلام آزاد کا اخبار ''الہلال'' پڑھ کر اس کی امداد کی ضرورت محسوس کی، ایک چیک مولانا کے نام ارسال کیا اور ہر ماہ اتنی رقم کے تعاون کا وعدہ کیا، مولانا نے اس کا جو جواب دیا، وہ ہر لکھنے والے کے لئے قابل عبرت بھی اور باعث تقلید بھی ہے، مولانا نے اپنے مخصوص الہلالی اسلوب میں لکھا:

''اس سے میری رائے اور میرا ضمیر خریدنا مقصود ہوتو باادب عرض ہے کہ ان خزف ریزہ ہائے کی طلائی کی تو کیا قیمت ہے، کوہ نور اور تخت طاؤس کی قیمت بھی جمع کر لیجئے جب بھی وہ مع آپ کی پوری ریاست کے اس کی قیمت کے آگے ہیچ ہے، یقین کیجئے کہ اس کو سوائے شہنشاہ حقیقی کے کوئی نہیں خرید سکتا اور وہ ایک بار خرید چکا ہے۔ جو اخبار نویس، رئیسوں کی فیاضیوں، امیروں کے عطیوں کو قومی اعانت، قومی عطیہ اور اسی طرح کے فرضی ناموں سے قبول کر لیتے ہیں وہ بہ نسبت اس کے کہ اپنے ضمیر اور نورِ ایمان کو بے چین کریں، بہتر یہ ہے کہ وہ دریوزہ گری کی جھولی گلے میں ڈال کر رئیسوں کی ڈیوڑھیوں پر گشت لگائیں''

آخری بات کالم کی تاثیر سے متعلق ہے، موثر کالم نگاری کے لئے دوسری شرطوں کے ساتھ ساتھ خلوصِ دل بھی ضروری ہے، دل پر وہی بات جمتی ہے جو دل سے لکھی جائے۔